نقد و نظر

جناب کریم الدین صاحب (ریٹائرڈ انجینئر) سعودی عرب

محترم مدیر رسالہ محدث کی خدمت میں ایک مراسلہ

محدّث (جمادی الاولیٰ و الآخرہ ۱۳۹۷ھ) میں راقم نے کتاب "مولانا مودودی کے غلط نظریات" پر اپنی فہم کے مطابق جو سمجھ میں آیا، تبصرہ کیا تھا، مگر مؤلف موصوف نے ایک نئی طرح ڈالی ہے کہ اس پر تبصرہ فرما کر یہ بتایا ہے کہ "تبصرہ نگار (عزیز زبیدی) نے پوری کتاب پڑھے بغیر تبصرہ کیا ہے ۔۔۔ بہرحال موصوف کا تبصرہ قارئین کے سامنے ہے، مکرر ملاحظہ فرما لیں بہتر ہے کہ مولانا مودودی مدظلہ العالی بقید حیات ہیں۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کو مل کر یا لکھ کر اطمینان حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں! ۔۔۔ موصوف کے تبصرہ پر تبصرہ میں کوئی نئی چیز ہوتی تو کچھ عرض کی جاتی، اس لیے اب یہ بات ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

(عزیز زبیدی)

محترمی جناب مدیر صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میری کتاب "مولانا مودودی کے غلط نظریات" پر جناب عزیز زبیدی صاحب کا تبصرہ مع آپ کے قابل قدر ریمارکس کے آپ کے موقر رسالہ "محدث" بابت جمادی الاولیٰ والآخرہ ۱۳۹۷ھ میں میری نظر سے گزرا، اور جو احساسات ان کے خصوصاً اول الذکر کے متعلق احقر کے قلب میں پیدا ہوئے ان کو اس درخواست کے ساتھ جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کہ آپ ان کو براہ کرم رسالہ ہذا میں شائع فرمائیں تاکہ جن حضرات نے یہ تبصرہ اور تبصرہ پر تبصرہ تو پڑھا مگر میری کتاب نہیں پڑھی ان کی اس تبصرہ سے پیدا شدہ غلط فہمیاں اگر کوئی ہوگی ہوں وہ دور ہو جائیں اور مولانا مودودی کی تعبیر دین کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے میں معین ہوں۔ وہو ہذا:۔

احقر مؤلف کو ظن غالب بلکہ یقین ہے کہ محترم تبصرہ نگار نے یا تو کتاب زیر تبصرہ کو سرے سے پڑھا ہی نہیں، صرف اس کے آغاز سخن سے ہی ایک اقتباس لے کر اس پر تبصرہ تحریر فرما دیا یا پھر کتاب کے مندرجات سے تجاہل عارفانہ برتا۔ ان میں سے ظن اول زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ

اگر وہ کتاب کو بالاستیعاب پڑھنے کی زحمت فرماتے تو ان کو وہ متعدد دلائل بھی تفصیل کے ساتھ نظر آتے جو مودودی صاحب کی تعبیرِ دین کے رد میں سینکڑوں آیاتِ قرآنی، متعدد احادیث، سنتِ انبیاء اور عقل عامہ کی روشنی میں دیے گئے ہیں۔ بہر حال دونوں ہی صورتیں منصفانہ تبصرہ نگاری کی زد میں نہیں آتیں، اور حق یہ ہے کہ جماعت اسلامی سے اپنی ذہنی وابستگی کے سبب (جیسا کہ مدیر محترم نے تبصرہ پر تبصرہ میں تحریر فرمایا ہے) وہ صحیح معنوں میں ایسی کتاب پر جو ان کے فکر کے خلاف ہو، تبصرہ کر بھی نہیں سکتے۔

جو کچھ وہ اس ضمن میں تحریر فرمائیں گے وہ بجائے تبصرہ کے "تردید" ہی ہوگی۔ اور یہی انھوں نے تبصرہ کے ذیل میں کیا بھی ہے۔ اور بجدا احقر کو تو اس سے بھی مسرت ہوتی اگر انھوں نے اس کے لیے کوئی معقول انداز اختیار فرمایا ہوتا۔ ان کے تبصرہ میں صرف دو چیزیں ہیں، اول تو مولانا مودودی کے نظریہ کو وقت اور حالات کے تحت ایک پیرایۂ بیان ثابت کرنے کی سعی جس کی تردید محترم مدیر نے نہایت جامع انداز میں فرما دی ہے، اور دوسری مخالفین کو مطعون کرنا۔ البتہ انھوں نے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ مولانا مودودی کے افکار کے سلسلہ میں علمی گفتگو کے لیے گنجائش باقی ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ علمی گفتگو انھوں نے کس موقع کے لیے اٹھا رکھی ہے۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ وہ غریب مولف کو، جہانبانی اور مسلمانی کو غیر مرتبط سمجھنے، مولانا مودودی کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنے، ان کی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ کر ان کو بدنام کرنے پر توجہ دینے۔ شاہ شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کے مخالفین کی صف میں جا پہنچنے، اور اقامتِ دین کی تحریک پر بوجھ بننے، وغیرہ اپنے غیر ثابت مفروضات سے مطعون کرنے، کے بجائے اس کے استدلالات کا معقول علمی دلائل سے اصلاحانہ انداز میں رد فرماتے۔ اب بھی اگر وہ ایسا کریں تو احقر ان کا بے حد ممنون ہوگا اور وہ یقین مانیں کہ اگر ان کے دلائل وزنی ہوں گے تو احقر کو قبولِ حق میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا۔ وہ ذرا ایسا کر کے دیکھیں تو۔ اب ان کے مفروضات کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ "ناقد موصوف جیسے بزرگوں کی شکایت اور اجنبیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جہانبانی اور مسلمانی کے ارتباط پر اصرار ان کی بزرگانہ مسلمانی کے اعتبار سے دنیاداری ہے۔" اس کے متعلق عرض ہے کہ جو شخص حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضورؐ کے نبی اور بادشاہ ہونے سے واقف ہو وہ ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتا اور فاضل تبصرہ نگار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ احقر مؤلف کو جس کو کسی قسم کی بزرگی کی ہوا بھی نہیں لگی، ایسے بزرگوں کے ذیل میں شمار کریں۔ جب رمضان کی راتوں میں تمتع بالازواج جو دنیوی لذات میں اَلَذّ ہے مفسدِ احترام ماہِ مبارک نہیں اور دینداری اس سے مجروح نہیں ہوتی تو جہانبانی اگر اقامتِ دین یا تمکینِ دین کے لیے ہو کیسے دنیاداری بن سکتی ہے۔

لیکن اگر اقامت دین (یعنی دین کو قائم رکھنا) یا جس کو جماعت اسلامی شہادت حق کہتی ہے، طلب جاہ اور جہانبانی ہی کے لیے ہو تو بے شک وہ دنیا داری ہے۔

۲۔ "کوتاہی یہ دراصل عام ہو گئی تھی کہ نماز روزہ جیسی مبارک عبادات پر کاربند رہ کر انسان نے اقامتِ دین اور حکومتِ صالحہ کے قیام سے اپنے آپ کو فارغ تصور کر لیا تھا" اس کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے "اقامتِ دین" کے مفہوم پر غور کر لیا جائے۔ احقر کو تو قرآن میں اس لفظ کا صرف ایک جگہ آنا معلوم ہے یعنی سورہ شوریٰ کی آیت ۱۳ میں جو مع تفسیری ترجمہ کے درج ذیل ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ؕ

"اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو (مع ان سب کے متبعین کے) حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

مراد اس سے اصول دین ہیں جو مشترک ہیں تمام شرائع میں مثل توحید، رسالت اور بعث وغیرہ۔ اور قائم رکھنا یہ کہ اس کو تبدیل مت کرنا اور ترک مت کرنا اور تفرق یہ ہے کہ کسی بات پر ایمان لا دیں اور کسی پر نہ لائیں یا کوئی ایمان لاوے کوئی نہ لاوے، حاصل یہ کہ توحید و رسالت وغیرہ دین قدیم ہے جس میں یہ تمام شرائع متفق رہی ہیں (بیان القرآن)[1]

ظاہر ہے کہ یہاں اقامتِ دین[2] کا قیام حکومتِ الٰہیہ سے دور کا بھی تعلق نہیں اور احقر کے مطالعہ قرآن کی حد تک یہ لفظ اس مفہوم میں قرآن میں کہیں نہیں آیا اور نہ کوئی حدیث ایسی سنی گئی جس میں حکومت الٰہیہ کے قیام کو فرض فرمایا گیا ہو اس معنی میں جیسا کہ مولانا مودودی کہتے ہیں کہ اگر روئے زمین پر صرف ایک مومن ہو اس کو بھی لازم ہے کہ اپنے ہم خیال لوگ دعوتِ حق کے ذریعہ تیار کر کے ان کا ایک جتھا بنائے اور یہ جتھا اپنی تمام اجتماعی قوت اس مقصد عظیم کے لیے جد و جہد کرنے میں صرف کر دے۔ اگر فاضل تبصرہ نگار کو کوئی آیت یا حدیث اس قسم کی معلوم ہو تو براہِ کرم اس کی نشاندہی فرما دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو اقامتِ دین کو ان معنوں میں "فریضہ" کہنے کا ان کے پاس کیا جواز ہے؟

ہمارے خیال سے تو حکومتِ الٰہیہ کی جد و جہد صرف ان مسلم ممالک[3] میں فرض ہے جہاں مسلمانوں کی غیر شرعی یا لادینی حکومتیں ہیں اور جہاں مسلمان برائے نام یا کمزور اقلیت میں ہوں وہاں ہرگز فرض نہیں[4] ہے اور نہ دنیا کے نظامہائے کفر کو نظامہائے اسلامی سے بدلنے کے لیے اس زمانہ میں جہاد

[3] کیا حسب مقدور بھی کوشش ضروری نہیں؟ [4] اقامت دین اور اظہار دین میں اسلام کسی علاقائی تقسیم کو قبول نہیں کرتا بلکہ اسلام عالمگیر دین ہے (مدیر)

فرض کفایہ ہی ہے البتہ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ الخ کے مطابق ایک تبلیغی نظام کا قیام ضروری ہے جو دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہو اور جس کے افراد اس مقصد کے لیے مخصوص طریقہ پر تربیت دیے گئے ہوں۔

حکومت بے شک تبلیغِ دین میں مزاحمتوں کے انسداد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اُخْرٰى تُحِبُّونَهَا کے درجہ میں ایک مرغوب چیز ہے مگر آج کل اس کے حصول کا ذریعہ ایک مؤثر پر امن تبلیغ کے علاوہ کچھ نہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تو حکم بھی ہے بلکہ اسی لیے یہ امت ظہور میں لائی گئی ہے جیسا کہ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سے ظاہر ہے۔ لیکن دعوتِ دین یا تبلیغ بخطاب عام ہر شخص پر فرض نہیں ہے[۱]۔ یہ تو مذکورہ بالا تبلیغی نظام کے ذمہ ہونا چاہیے، البتہ اپنے زیر اثر لوگوں کو خطابِ خاص سے تبلیغ کرتے رہنا ہر شخص پر فرض ہے۔ غرض اس طرح مؤثر تبلیغ سے خدا کو منظور ہوا، تو لوگوں کے اذہان بدلیں گے اور بلا قتال بھی حکومتِ الٰہیہ قائم ہونا ممکن ہوگا۔ ہاں اگر تبلیغ میں مزاحمت کا قوی احتمال ہو تو جہاں اس کے شرائط پائے جائیں وہاں قتال بھی کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جب کہ مسلمان فریضۂ تبلیغ سے قطعی غافل ہو گئے ہوں۔ کچھ نہ کچھ کام زبان و قلم، نقل و حرکت سے اب بھی ہو رہا ہے اور گو وہ ناکافی ہو مگر آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اقامتِ دین اور حکومتِ صالحہ کے قیام سے مسلمانوں نے اپنے کو فارغ تصور کر لیا تھا جس کا ذریعہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا سوائے تبلیغ کے اور کچھ نہیں۔

۳۔ اس مرحلہ پر مولانا (مودودی) نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی دینداری اگر اقامتِ دین کے فریضہ سے غافل ہو چکی ہے تو پھر وہ عبادت کیا اور وہ نماز کیسی؟ .... عبادت سچی غلامی کا نام ہے۔ وہ غلام ہی کیا جو آقا کے حضور مؤدب کھڑا ہو جائے مگر آقا کی مرضی اور خوشی کی پروا نہ کرے۔ اور ان تمام مناظر کو دیکھ کر چپ رہے جو آقا کو قطعاً پسند نہیں۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ اقامتِ دین بمعنی قیامِ حکومتِ الٰہیہ صرف غیر شرعی مسلم حکومتوں میں آباد مسلمانوں ہی پر فرض ہے جس کا طریقہ صرف مؤثر اور پُر امن تبلیغ ہی ہے جو فرض کفایہ ہے البتہ خود اپنی اصلاح اور اپنے زیر اثر لوگوں کی اصلاح کی کوشش انفرادًا بھی فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے غافل نہیں ہے اور ذکر اللہ کے لیے حضورِ قلب سے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز واقعی نماز ہے[۲]۔ اس زہریلے مفروضہ میں مولانا مودودی نے صلحاءِ امت سے عوام کو بدظن کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ بلکہ انھوں نے تو اقامتِ دین میں اپنے معیار کے موافق حصہ نہ لینے والے صلحاء و اتقیاء کے ایمان ہی کو مشتبہ سمجھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تبلیغ میں قطعی حصہ نہ لے

[۱] [illegible] مشغول عن [illegible] ۱۲ زبیدی

[۲] اگر [illegible] ۱۲ زبیدی

مگر نماز خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھتا ہو، اس کی نماز کو عبادت سے خارج کرنا دین میں تنگی پیدا کرنا ہے حالانکہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔ بلکہ میں مزید ترقی کر کے کہتا ہوں کہ دیگر مذہبی احکام میں کوتاہی کے ساتھ بھی مومن کی نماز جو حضورِ قلب سے پڑھی گئی ہو ہرگز ثواب سے خالی نہیں۔ آقا کے رحم و انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ دوسری بداعمالیوں کی وجہ سے اچھی پڑھی ہوئی نماز کا ثواب بھی نہ دے۔ اب ذرا تبلیغ جو فرض ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی سن لیجیے۔ آیت ۱۰۵[1] سورۂ مائدہ میں ہے۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ۔ اے ایمان والو اپنی فکر کرو (اصل کام تمہارے ذمہ یہ ہے باقی دوسروں کی اصلاح کے متعلق یہ ہے کہ) جب تم (اپنی طرف سے بتوقع نفع بقدرِ وسع سعی کر رہے ہو تو تم دین کی) راہ پر چل رہے ہو۔ تو جو شخص (تمہاری سعی و اصلاح کے باوجود) گمراہ رہے تو اس (کے گمراہ رہنے) سے تمہارا کوئی نقصان نہیں (مطلب یہ کہ عدمِ ضرر مشروط باہتداء ہے جس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر داخل ہے۔ البتہ جلالین میں حاکم کی روایت سے حدیث ہے کہ تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو حتیٰ کہ جب حرص و خود رائی وغیرہ کو غلبہ ہو جاوے اس وقت عوام کو چھوڑ کر اپنے شغلِ اصلاح میں لگ جاؤ۔ (بیان القرآن)

اس کے علاوہ مشہور حدیث ہے جس میں کسی منکر کو کم از کم دل سے برا سمجھنے والا بھی مومن ہے بکثرت لوگ ایسے ہی مومن ہیں۔ ایسی حالت میں ان کی عبادت کو عبادت نہ سمجھنے کا جب کہ وہ اپنی اصلاح سے غافل نہ ہوں، کسی کو کیا حق ہے؟

۴۔ "آپ کی عبادات کو اس قابل ہونا چاہیے تھا کہ آپ اقامتِ دین کر سکتے، کتاب و سنت کا سکہ جاری ہوتا اور ایک ایسی حکومتِ صالحہ وجود میں آ جاتی جو ملکی فضاؤں کو مسلمان رکھ سکتی"

اس کے متعلق عرض ہے کہ عبادات کو قیامِ حکومتِ الٰہیہ کا ذریعہ سمجھنا ان ہی حضرات سے ممکن ہے جو ان کو جہاد کا ٹریننگ کورس سمجھتے ہوں۔ ہم تو حکومت کو ایک عطیۂ الٰہی[2] سمجھتے ہیں جو کمالِ ثبات فی الدین پر آیت ۴۱ سورہ حج میں موعود ہے۔ اس میں بھی معقول جنگی طاقت کی فراہمی اور قتال مقدر ہے۔ یہ نہیں کہ محض عبادات کے ذریعہ حکومت مل جائے گی۔ پھر یہ وعدہ بھی قضیۂ دائمہ کے طور پر نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کا ظہور ضروری ہو۔ البتہ جن حالات میں یہ وعدہ کیا گیا تھا ویسے ہی حالات واقع ہوں تو اب بھی اس کا ظہور متوقع ہے۔ یہی خیال ہمارا آیت وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ

[1] اس آیت کی تفسیر حضرت ابوبکرؓ سے پوچھیے۔ ۱۲۔ زبیدی۔ [2] فرد کا ایمان اور حکومت کا اسلام دونوں ہی عطیۂ الٰہی ہیں۔ اگر تبلیغ سے فرد کی اصلاح فرض ہے تو فلاحی حکومت کا قیام بھی دعوتِ عامہ سے جملہ افرادِ امت کا اہم ترین فریضہ ہے (ایڈیٹر)

کے متعلق ہے اسی لیے احقر حضرت مجذوبؒ کے اس شعر کو صحیح نہیں سمجھتا ہے

وعدۂ غلبہ ہے مومن کے لیے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں

۵۔ "مولانا مودودی کے سلسلہ میں سب سے بڑی زیادتی یہ روا رکھی جا رہی ہے کہ ان کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش تو نہیں کی جاتی لیکن ان کی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ کر ان کو بدنام کرنے پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے ...... جو لوگ ان کی مساعی جمیلہ پر کسی بھی درجہ سے اثر انداز ہوتے ہیں وہ ہزار نیک نیتی کے باوجود وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں شاہ شہید اور سید احمد شہید کے نیک نیت مخالفین پہنچے تھے۔" اس قطعی بے بنیاد الزام کے متعلق عرض ہے کہ احقر نے مولانا کا لٹریچر خالی الذہن ہو کر پڑھا۔ جماعت اسلامی والوں سے گہرے روابط رکھے۔ ان سے افہام و تفہیم کی کوشش کی۔ جب شرح صدر نہ ہوا تو یہ کتابچہ لکھ کر پہلے مولانا مودودی کی خدمت میں بھیجا کہ یا تو اس کو مان کر اپنے خیالات سے رجوع فرمالیں یا پھر میری غلطیوں کی اصلاح فرمائیں۔ انھوں نے رسالہ واپس کر دیا اور مجھے لکھا کہ آئندہ اس معاملے میں انھیں کچھ نہ لکھوں اور کچھ نہ بھیجوں۔ تب اس کو چھپوایا۔ اب آپ فرمائیں کہ سمجھنے کی اس سے زیادہ کیا کوشش ممکن ہے؟

رہا ان کی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ کر انھیں بدنام کرنے پر توجہ دینا تو آپ کی اس بے بنیاد اور بے جا بدگمانی کے متعلق عرض ہے کہ احقر نے اپنے کتابچہ میں ان کی طویل عبارتیں نقل کی ہیں اگر ان میں آپ کسی جہت سے بھی کہیں حلیہ بگاڑنا ثابت کر دیں تو احقر اپنی بساط کے موافق جناب کی خدمت میں کچھ انعام بھی پیش کرے گا۔ ورنہ آپ کو سوءظنی سے جو بعض اوقات گناہ ہوتی ہے احتراز کرنا چاہیے۔ ممکن ہے بعض لوگوں نے ایسا کیا ہو مگر آپ کو سب کو ایک ڈنڈے سے ہانکنے کا کوئی حق نہیں۔ احقر تو مولانا مودودی کا کافی حد تک مداح ہے اور اپنے ہم مشربوں میں ان کا دفاع بھی کرتا رہتا ہے اور جب سے ان کو بیمار رہتا ہے یعنی کئی سال سے نماز فجر کے بعد ان کی صحت کی دعا بھی کرتا رہتا ہے لیکن اس سب کے باوجود ان کی غلط تعبیر دین پر　　ایمان تو نہیں لایا جا سکتا۔ اور شاہ شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کی مثال دینا غلط ہے۔ انھوں نے قیام حکومتِ الٰہیہ کی عملی کوشش کی تھی مگر دین کی تعبیر تو نہیں بدلی۔ ان کے مخالفین میں احقر ہرگز شامل نہیں ہے۔

آخر میں صرف محترم مدیر رسالہ "محدث" کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے جو تبصرہ بر تبصرہ میں احقر کا جو دفاع فرمایا ہے اس کے لیے احقر بے حد ممنون ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں خود ایسے

۱۔ شکریہ! زبیدی

مدلل اور جامع طریقہ پر اپنا دفاع نہ کرسکتا۔ البتہ دو چیزیں قابل عرض کہنے کے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ناقد موصوف کا کئی جگہ اپنے اکابر کے فکر کو بطورِ معیار پیش کرنا بھی کھٹکتا ہے۔" میں نے تو صرف جہاد کے سلسلے میں ایک جگہ حضرت تھانویؒ کا ملفوظ نقل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر مجھے یہ ملفوظ نہ ملتا تو میرا یہ اشکال کہ مسلمانوں نے ایران و شام وغیرہ پر کیوں حملہ کیا برسوں سے دل میں کھٹکتا تھا۔ مولانا مودودی کی "الجہاد فی الاسلام" اور متعدد علماء سے پوچھ تاچھ سے بھی حل نہ ہوا تھا، اس ملفوظ سے حل ہوا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ سورۂ ماعون کی تفسیر میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ان نمازیوں کے لیے بھی ویل ہے جو حسن معاملت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں یہ صحیح نہیں، "ویل" تو "ساہون" ہونے کی علت سے ہے باقی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے صفات مزید بیان فرمائے ہیں اور سورت کا یہ ٹکڑا منافقین کے حق میں ہے۔ فقط والسلام۔

---

[1] اگلے الفاظ جن میں ماعون کا ذکر ہے وہ اسی آیت ساہون کی تفسیر و بیان ہے نہ کہ اضافی چیز۔ نیز غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فی صلوتھم ساھون کی بجائے عن صلوتھم ساھون کے الفاظ فرمائے ہیں جن سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ کچھ صفات کے حامل لوگ نماز پڑھنے کے باوجود نماز سے دور ہی رہتے ہیں یعنی عبادات میں ریا اور معاملات میں کوتاہی نماز پڑھنے والوں کے لیے ویل کا سبب ہے۔ گویا جو نماز ایسی عملی زندگی سے بارآور نہ ہوتی وہ سہو کی نماز ہے خواہ وہ اہتمام سے ہی ادا کی گئی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے محترم زبیدی صاحب کے تبصرہ پر جس تعلیق کی ضرورت محسوس کی تھی، مؤلف موصوف کے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (حاکمیت رب العالمین) کے بارے میں اس تنقیدی مراسلہ کے بعد محترم مؤلف کے غیر مربوط فکر کی ایک دوسری انتہا بلکہ ناقص تر تصورِ دین کی طرف اشارہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جناب مؤلف کو کتاب و سنت کے ایک نہایت اہم موضوع پر سارے قرآن اور ذخیرہ احادیث میں کوئی چیز نہ مل سکی ہے۔ حالانکہ اقامتِ دین کی تکمیل خلافتِ اسلامیہ پر جا کر ہی ہوتی ہے۔ اور کتاب و سنت میں نہ صرف اس کا اجمالی ذکر بلکہ تفصیلات تک بھری پڑی ہیں۔ فی الحال اگر مؤلف اخلاص کے مدعی ہیں تو وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (الانفال: ۳۹) اور اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (بخاری مسلم) ایک آیت اور ایک حدیث پر غور شروع کریں۔ یہ بھی عرض کردوں کہ وحدتِ دین کی حد تک تو قرآن کا حکم وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ الاٰية ۳/ ۱۰۴ فرض کفایہ ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۳/ ۱۱۰) جس میں پہلا درجہ مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ کی رو سے حکیمانہ طاقت کا ہے۔ دراصل مؤلف کا یہ تصور ٹھیک تھا کہ دین کا کوئی شعبہ دوسرے کا مقصودِ حقیقی نہ ہے لہٰذا میں نے اس کی تائید کی تھی لیکن یہ کہنا کہ ان شعبوں کا آپس میں ارتباط نہ ہے جس سے کوئی مکمل نظام تشکیل پاتا ہو اور اس اعتبار سے کسی میں کوتاہی دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہو، بالکل غلط ہے۔ سفاہتِ فہم و تدبر! (ادارہ)